اینجانب

تر ابیمار مسنون مسیحا ہو نہیں سکتا
وہ اچھا کر نہیں سکتے میں اچھا ہو نہیں سکتا

کچھ سنا بھی۔ کہتے ہیں کہ اگر یہ انسان ستمگر ہو گا تو کیسے سہارا لگا ڈھنگ کے بیٹھتا ہے۔ مگر قسم ابو سفیان تو ہی ہوا کی بڑا ہی لگا دی ہے۔ اس سے جتنی باتیں سیکھی ہیں مثلاً خیبر۔ شکست در شکست۔ بھاگ دوڑ۔ ہمت نہ جرأت۔

علم ہنر۔ لڑائی جھگڑا۔ تو تو۔ میں میں۔ سب کچھ پرندوں چرندوں۔ درندوں ہی سے سیکھی ہیں۔ جتنی بات تو ٹھکانے کی ہے۔ اینجانب بیل موتن بیٹھے انگریزی ہیں اسپر صاد کرتے ہیں۔ بعض نابلد بھی کہہ گذرتے ہیں کہ انسان بیوقوف اور جانور بھی بیوقوف۔ بیوقوف سے بیوقوف کیونکر عقل کی باتیں سیکھ سکتا ہے بقول شخصے سے

عالمے خفتہ ہست تو خفتہ
خفتہ را خفتہ کے کند بیدار

اینجانب اس ہوائی اعتراض کے جواب میں سے جواب جاہلاں باشد خموشی۔ سے مستحق ہوکے صرف اُن بیوقوفوں سے یہ پوچھتے ہیں کہ کیا تم میں سے کسی نے سنا نہیں کہ لقمان سے کسی نے پوچھا تھا تم نے عقل کس سے حاصل کی تو انہوں نے کہا تھا کہ بیوقوفوں سے۔ سو دنیا کی دنیا داری دیکھ کے عین الیقین ہوتا ہے کہ انسان نے بقول بدعقلی سے عقل کی باتیں سیکھیں اور سیکھتا ہے غیر ذوی العقول جانوروں ہی سے سیکھیں اور سیکھتا ہے۔ تربیت فن و اصول جنگ۔ چوکی پہرہ۔ کھانا پینا۔ سینا پرونا۔ وغیرہ یہاں تک کہ لکھنا پڑھنا بات چیت اشارہ کنایہ سارے کے سارے جانوروں ہی سے اس انسان بے بنیاد نے حاصل کئے۔ دیکھو انگریزی حکمت بیل موتن سے۔ بلبلوں، سرخ اور شتر مرغوں سے لڑنے سے لڑی پوری مشابہ ہے کہ نہیں ابھی چند سال ہوئے کہ گورے کالے جانوروں کی ایسی مرکہ کی لڑائی ہوئی کہ غدر کو بھی پیچھے بٹھا دیا۔ کہ گوڑگاؤں کے جنگل میں جھیل کے وار پار گورے کالے بگلے اور کوّے جمع ہوکر کئی روز تک جنگ کرتے رہے جیسے لوگ ریٹائرڈ ہیں شہروں میں کوّے اور جنگلوں میں بگلے دشمن کے درشن کو بھی شل کنٹھ کی طرح دکھائی نہ دیئے۔ بہت سے شہری تیتر دیکھنے گئے تھے اور کئی روز تک دیکھتے رہے۔ جھیل کی ایک جانب کا تمام جنگل بالکل سیاہ تھا۔ اور دوسری جانب کا سفید۔ اس جگے گذرے زمانہ میں بھی۔ بلبلوں کی مرغوں کی۔ تیتروں کی۔ بٹیروں کی۔ کبوتروں کی۔ چڑیوں کی کتے بلیوں کی۔ لڑائی سے ہندو مسلمان فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ جانوروں کی چونچ نخلیاں دیکھ کے رنگے ٹکڑوں میں۔ منہجاں فعلی سے اپنی جھنجھی کوڑیاں ملا رہے ہیں۔ اور اپنے خیال میں لال بھبھوکا ہوکر لیڈر و مرزا رقم قوم بن بن کے جلسوں میں اپنی چرب زبانی و دریدہ دہانی سے جھوم جھوم کے قومی میدانوں میں ڈرانے لگے ہیں سے

دم بخود ہی ہے قدرت حق تو دیکھو
جو کُتب میں پڑھتے تھے القائے فائق

اینجانب تو ایسے ایسے جلسوں میں ایسے ایسے قومی لیڈروں کو ایسا جانتے ہیں کہ گویا مادہ لوں کے گاؤں میں اونٹ آگیا۔ جنکی تقریر کی کوئی بھی کل سیدھی نہیں۔ اہل یورپ کی تدبیر کی بلائیں لیتی چاہئیں کہ بعض گونگوں بہروں نے دہریہ پن کے علاوہ مجلس میں چنگاری ڈال جلاؤ دو کھٹی۔ کا فن بھی سکھا دیا ہے۔ منہ میں سوختہ دہاتی جلسوں میں ایسی جلی کٹی سناتے ہیں کہ بھلے مانس قوم کو جوش آجاتا ہے۔ اور بے ہوال تماشائی ہنسی کے مارے سڑکوں پر بچھے جاتے ہیں۔ مگر یہ مہذب بھلے کے چندہ آنکھوں سے اپنی پاکٹ کو کھنا کھن بلوا دیتے ہیں ڈنکو چرندوں خور بدن کے علاوہ بعض مواقع میں کرسیاں بھی کرسیوں تک بیٹھنے کو ملجاتی ہیں۔ مگر ان بعض ہندوستان جھیل مرغوں کی لڑائی ہندوستان کی بالی میں ایک دو ہی بالی ہونے پر اوپر والوں کے لئے دانہ بھی باقی نہ چھوڑیگی۔ بنگالی سرکش جماعتوں نے اپنی تماشا گاہی سے سودیشی جھنڈا اکھڑا کر دیا۔ بھلا ہندوستانی فاقہ مستوں کی لنگوٹیوں میں کیا لعل ٹنک رہے ہیں۔ کہ سودیشی کی جھنجی کوڑیوں میں لپیٹا ملا ہیں۔ بیچاروں کا پیٹ ہی خیراتی فنڈ کے ٹکڑوں سے بھرتا نہیں پھر تا محمد یشی کے لئے کہاں سے تین تھان ڈور لے کے لا بیٹھیں۔ کہ جنت رغبت اور بڑے بنے کے ہوں۔ حضرت اہل یورپ کی کم خرچ بالا نشین چیزوں نے ہندوستانیوں کی مشرقی دم میں ایسا گھٹ گھٹا باندھا ہے کہ جس سے کبھی پیچھا چھٹتا نادرا کا ہے۔ واقعی اینجانب بھی جرأت کرکے شجاعت کی ترنگ میں کبھی کبھی کاغذی گھوڑے سرپٹ دوڑا نکلتے ہیں۔ مگر پھر منہ کے بل گر پڑتے ہیں۔ ہاتھ منہ ٹوٹنے پر بھی مجبور اپنے شعر کہکے دل کو دھارس دے لیتے ہیں سے گرتے ہیں شہسوار ہی میدان

یاران ہم قالب

لاکھ طوطے کو پڑھایا پر وہ حیواں ہی رہا

ہمیا بیٹا انجو ہدولت آج اپنے کالج میں لیٹے لیٹے تنہائی کے مزے لوٹ رہے تھے کہ یکایک خیالات نے دنیا فانی کے ابتدائی اور انتہائی حالات کی طرف پلٹا کھایا۔ جسکی سچ پوچھو تو اب انصاف پسندوں کی تعداد بہت کم ہونے لگی۔ جنہیں کل نصف مزاج کہلانے کا فخر حاصل تھا وہ آج جامہ رستی سے علیحدہ ہوکر طوق زر و روپئے کے حاصل کرنے کے فکر میں ہیں۔ جو دوسروں پر لعن طعن کی ہیٹتے تھے۔ وہ اب خود اُسی بلا کی بیڑی میں جکڑے ہوئے ہیں کوئی لاکھ کہے کہ میتیٰ اپنی اس نئی روش کو خیرباد کہو۔ تو لکڑی کے گھوڑوں کے مانند کی طرح جھنجھنے لگتے ہیں۔ کوئی انکی حرکات پر چشم نمائی کرے تو سنتے ہی ہمیار کی طرح لبلبا اٹھتے ہیں۔ آہاں مربی ہیار و مربا بخور۔ پہلے اپنے کو اچھا کہلواؤ پھر نہیں کوئی بھدے ہوئے تو بلا داڑھی شریف کے تمرد و حصوں سے خبر لو خود گردہ ہر سوچے نہ بوجھے اور فوراً ہے دو چار سنٹ پیشتر اپنے خیرخواہوں کو ثنت میں کسی کے حلق کا تسمہ بنالیا۔ کسی نے کہا۔ اس نے کہا۔ بس کیا تھا۔ جھٹ پٹ اسکی تصدیق کے لئے دوڑ پڑے اور یہ نہ سوچھی کہ آیا یہ چشم نمائی راست ہے یا محض لچر۔ اگر یہ راست ہے تو اس سے درگذریں

بریں عقل و دانش بباید گریست

کسی کی قابل داد کارروائی پر اپنی خوشی اور رائے ظاہر کیجئے تو لغاظی۔ کسی کی ایمانداری پر شہرت اُڑائی تو خوشامد۔ حضرت آپکی تاکید ہے کہ کارنگار حسب ضابطہ دستور العمل کارگذاری کریں۔ اور دنیا کی حالت پر غور نہیں کرتے۔ اب آپ ہی اپنے جہان سے کوئی وضع ایسی نکالئے کہ جوتیاں بھی چلتی جائیں۔ اور ہنسی خوشی سر تسلیم بھی خم رہے۔ یہ ولانے میندک کی طرح لوگ آئیں بائیں شائیں نہ کریں۔ ادھر تو یہ کہ گویم وسے مشکل نگویم ہے مشکل۔ ایکا تقاضا یہ کہ چیدہ چیدہ مضامین سے آپ نوپ دیئے جائیں اور ادھر یہ کہ ہم اگر غاصب ہیں تو میری بدگوئی نہ ہو اگر ہم کسی کی نظر میں خار ہی تصور کئے جائیں تو میرے راز کو کوئی فاش نہ کرے۔ ہم اگر لوٹتے یا مکھی مارتے ہیں۔ تو کوئی انگشت نمائی نہ کرے۔ ہمارا پتلون جھٹکے لور ہے۔ نہیں آگے کی خبر رکھنی چاہیئے نہ پیچھے کا خدا مالک ہے۔ تو نا بہ کوئی کسی سے کچھ کہے میں

نہیں آتی سے جب اسقدر ستم ہے تو پھر نام اٹھائے کون ٭

افسوس تو یہ کہ کچھ بن ہی نہیں پڑتی۔ اور کیا نہ پیش آتے۔ ہم ہی لگو بیٹی یا الفت نکلتا ہیں۔ بعض اوقات ہمی خیالات نکلتے ہیں کہ امنگ اڑتے دیتے ہیں۔ کبھی یہ سوچتا ہوں کہ زباں بریدہ بکنج خستن خموشی بہتر ہے۔ مگر یہ اساک اچھا نہیں۔ کوئی کچھ نہ سمجھے وہ الگ بھلا ہو گوہ ہوا کرے۔ بیلا ہے تو بلبلانے دو۔ بلا شوہ بھی بھاتی ہے امیر ازل کی ٹھیرائے ورنہ بیلا جھکا دو۔ نفس کشی ہزار نعمت ہے۔ سیکھ پھر جا ایچھے۔ تیر بیروم جہت کمان پر چڑھا رہے۔ قلم کی بار بہتر بار بار کہ قوم کی حالت درست کرو۔ بھیا میرے بیٹی جو ہم آہم سے ہفتہ وار لاتے ہیں ورنہ کن کہاو شنا کہا۔ میں بنے بھی میدان میں ہمی خم ٹھونک کر ٹھان لی ہے۔ کہ کہونگا اور ضرور کہونگا۔ اور کہتے رہونگا۔ اور کہتا ہی جاؤنگا۔ تمہارا اختیار ہے مانو یا نہ مانو سے

بیتہ کرنیں بیدار انہیں کچھ پروہ کرتے ہیں ظلم
یہ پسند آتا ہے عیبروں کو اثر خاک نہیں

راقم کالا مختار سہرامی

انعام ہے انعام

لو یاران ظرافت آج تو خزانہ کا دروازہ کھولدیا ہے جسکا جی چاہے۔ ابدولت کے سوالات کے جوابات دے اور انعام میں پھر لے۔ دیر اور التوا نہیں۔ وعدہ کا جھگڑا نہ اُدھار۔ اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے کا معاملہ کھرا کھیل نقد آوری۔ اور کیا درکار ہو۔

(ایک بجھدار انعام)

اُس صاحب کو دیا جائیگا۔ جو یہ بتلا ئیں کہ اگر وہ اخبار کا ایڈیٹر کیا بنا جاوے تو

(ایک وطنی انعام)

وہ حضرت لے سکینگے جو کوئی ایسی بے ڈھب ترکیب بتلائیں جس سے نادہند خریدار اخبار اپنی عادت چھوڑ دیں اور عاجلے اظہارات کے اخبارات دکاندار بلاف کی قیمت آنکھ میں بند و ستے گذار کریں ۔

(پھوٹی کوڑی انعام)

پانے کے وہ مستحق ہونگے۔ جو یہ بتلائیں کہ صاحب بہادر کی گول روٹی کا چار ذیل پیسہ کیوں نہیں برجستہ ۔

(واہ واہ کے چھکڑے انعام)

اُن حضرات کو دیئے جائینگے جو بتلا سکیں مگر گشتہ برسوں بہشت سے کسکی باوجود اتنی کیوں ہوا کرتی ہیں ؞

بس اب زیادہ خزانہ میں ہے نہیں ۔ ہاں ایک لنگوٹی بڑی ہوئی ہے اسکو بھی انعام پر بڑھائے دیتے ہیں ۔ یہ اُن صاحب کو نذر کی جائیگی ۔ جو ہیہ اشعار کی پالیسی کے بتلانے میں کامیاب ہو جائیں ؞

المشتہر مسٹر اے آئی جی از لکھنو

اشعار کی چٹنی

ایک دہلوی جو کچھ دنوں فیض آباد میں رہکر واپس آئے ہیں کیا بولتے ہیں ؎

ہونگے پابند ارمان دلِ آزاد کے
فیض یہ ہمکو ملا رہنے سے فیض آباد کے

ایک حضرت کیا کہتے ہیں ؎

خط لکھنے میں دوستوں کی آتی ہے جو یاد
گھبرا کے ہے دل تو شعر کہہ لیتے ہیں

ایک جہاندیدہ ارشاد کیا فرماتے ہیں ؎

ہندی کی نجات ہے نہایت دشوار
سو مرتبہ مرکے وہ جنم لے تو کیا

ایک صاحب مقدمہ بازی کی بابت کیا فرماتے ہیں ؎

محتاج وید وکیل و مختار ہیں آپ
سارے عقلوں کے ناز بردار ہیں آپ

ایک بھنگ نوش کیا کہتے ہیں ؎

تا نیچہ در بنگ دیدہ ام رنگے
نیست چیزے ازاں بہ برگ حنا

ایک چلم کش کیا اکڑ کے کہتے ہیں ؎

صورت چلم و حلم کیسا نسبت
نال مسجد محبت میں نوبواہنسبت

ایک دولت خود کا جواب نہ پا کر شکایت کرتے ہیں

مجھ سے کہہ دست رسم آدمی زادہ ؞ کہ دو ذرا آشنا و گلہ کہ ہم بیگانہ وار

راقم دہلوی اڈیٹر الالیہ

جہاں نما تھیٹریکل کمپنی آف عبرت آباد

ناظرین باتمکین! جہاں نما تھیٹریکل کمپنی زمانہ حضرت آدم علیہ السلام سے آجتک ہماری زندگی کی طرح مشہور و معروف ہے فی زمانہ جس قدر عام مقبولیت اس کمپنی نے حاصل کی شاید ہی کسی نے کی ہو ۔ اتفاقاً ایک روز میں اپنے محب صادق میاں شیخ نیک اطوار جنش کے فیض گاہ سے واپس آرہے تھے کہ یکایک عالم بازار کے ملحقہ ایک آرہی وہ سنسنیہ نظر پڑی جسکی چھت پر کسی قسم کا باجہ بجایا جا رہا تھا ۔ اور وہاں اندر ایک شخص بیٹھا ہوا اشتہار تقسیم کر رہا تھا ۔ نیک اطوار نے آگے بڑھکر ایک اشتہار لیا اور مجھکو دکھلایا جس میں تحریر تھا کہ صاحبو! جہاں نما کمپنی آج شب تماشا گلزار و بہار بڑی حسن و خوبی سے دکھلائیگی ۔

چنانچہ نیک اطوار نے کہا کہ دوستو آج ضرور اس تماشہ میں چلیں گے ۔ ۹ بجے سے پہلے کاروبار سے فارغ ہو جاؤ ۔ دوست نے اس صلاح کو منظور کیا وقت مقررہ پر تھیٹر میں پہنچے ۔ اور ملازم کمپنی سے دو ٹکٹ درجہ اول کے حاصل کرکے کرسی پر جلوہ افروز ہوگئے ۔ ٹھیک ۹ بجے کے دو منٹ پر آخری گھنٹی ہوئی اور پردہ اٹھا دیا ۔ اس وقت کا نظارہ بھی قابل دید تھا ۔ بازار کی دلکشی اور طبلہ کی تھاپ ایک دلکش جادو کر رہی تھی ۔ اور چند شخص تو خاصے خانہ نامیدہ کا جم غفیر ۔ عالم چونکہ اس کے وارث رقص و سرود میں آنا ایک کا دوسرے سے مگر علیحدہ عالم سکوت میں الگ الگ کھڑے ہو کر تماشا دکھا رہا تھا ۔ چند منٹ کے بعد ایک شخص ضعیف العمر تسبیح ہاتھ میں لئے ہوئے کسی کونے سے برآمد ہوا اور نظارہ نیک اطوار کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا ۔ کیا تم نہیں جانتے کہ مجھکو نصیر الملک بہادر کہتے ہیں ۔ ایک دوکاندار سن کر کھڑا ہو گیا ۔ اور کہنے لگا کہ ہاں ۔ ہم آپکو جانتے ہیں اگر کوئی قصور ہوا ہو تو معاف فرمائیں ؎

نصیر الملک لوگوں کو ایک راستہ آنے اور جانے کا بتلا کر چلا گیا ۔ مگر ہدایت ضرور کر گیا کہ مشرقی راستہ سے ہرگز آمد و رفت نہ کرنا ورنہ خطرہ میں پڑوگے لوگوں کے منظور کرنے پر ڈراپ سین ہوا اور تماشائی سگریٹ برف سوڈا وغیرہ پینے کو باہر چلے گئے ۔ مگر ہم جانب کرسی پر بیٹھے رہے ۔

نیک اطوار ۔ متفق صاحب یہ ڈراپ تو ہماری سمجھ میں بالکل نہیں آیا ۔

ہم ۔ آیندہ معلوم ہو جائیگا ۔ صبر کرو ۔

نیک اطوار ۔ کیونکہ تم خود بصورت میں اور اگر جنری ادا لگا سکتے ہو تو پرزہ اونچا ہی مشہور ہوتے ہیں ۔ کہیں صاحب ایک کمپنی بشر وغیرہ ہونگے تو

روز بروز بڑھتے ہونگے۔

ہم ۔ عجب آدمی ہو۔ چپ رہو۔ دیکھو وہ پردہ اُٹھا۔ ہا ہا ہو ہو ایکے تو کچھ اور ہی عالم ہے۔ سکھی رہی بن بنا جا مجبر اوسے۔ ایک زبان ہو کر گا رہے ہیں دور شراب چل رہا ہے۔ مشرقی دہتہ پر بہت سے آدمیوں کا ہجوم ہے مگر مغربی دروازہ بالکل خالی پڑا ہے فقط تعزیز الملک بہادر ایک کرسی پر جلوہ افروز ہیں اور ہاتھ سے اشارہ کرکے ان مے نوشوں کو بلا رہے ہیں۔

می نوش ۔ (ایک زبان ہو کر) دیکھو جی میاں اعتقاد الدہر وغیر الزمان تعزیز الملک سے ملگئے۔ خیر آج سے انکا نام اپنے رجسٹر سے خارج کرو۔ دیکھو تو چشم و گوش۔ وحشت و ہیبت نے کس قدر ساتھ دیا۔ اور ابلیس لعین و تملق بیگ یار بد اطوار۔ منشی ناعاقبت اندیش صاحب تو بالکل ہماری امداد کو بجان و دل تیار ہیں۔ تعزیز الملک بڈھے کو کیا سوجھی ہے کہ ہر وقت زرشتہ سا ہمارے پیچھے لگا رہتا ہے۔ دفع بھی نہیں ہوتا۔ اس وقت ابھی رنگ میں بھنگ کرنے کو موجود ہے۔ یا الہی ہم تیرے پاک بندے ہیں۔ کیوں میاں ناعاقبت اندیش سچ کہنا۔ ناعاقبت اندیش نے ہوا و ہوس میں مبتلا ہو کر بلا خوف تعزیز الملک بی عصمت جان کے کلیاں ڈالکر جھٹ سے بوسے لیا۔

نیک اطوار ۔ اس حرکت کو خاموشی کے عالم میں دیکھا کیا اور جب ضبط نہ ہو سکا تو کہنے لگا کہ تعزیز الملک کیوں نہیں منع کرتا۔ مجھے کہا کہ بھائی جب سر جو ہونا ہے خود بخود ہو رہیگا۔ تعزیز الملک نے جس قدر منع کیا اسکا اثر برعکس ہوا مجبوراً تعزیز الملک دروازہ صبر و شکر سے گزر کر ایک درخت کے سایہ میں جا بیٹھے۔ اور ان ایکٹران رنجبر نے مع اپنے یاران ہم تالب کے مشرقی رستہ کا رخ کیا۔ اور بادۂ ہستی میں کشتی وجود کو دریائے زندگانی میں چھوڑ دیا۔ توشہ زر با منت و مجاہدت۔ عبادت و قناعت ان لوگوں کے پاس نہیں تھا۔ چونکہ حالت گرسنگی میں تشنگی اور گرسنگی کی حالت سے بیتاب و نڈھال ہو گئے بادبان ہوش کو مقراض ہم رہنے کاٹ دیا۔ اور کشتی وجود ورطۂ بادافنا میں جا پڑی۔ اس وقت کی حالت عجیب متغیر نظر پڑی۔ تملق بیگ حضرت ادہم خناس کی نیاز بول رہا ہے۔ ناعاقبت اندیش کس ہاک بے نیاز کی درگاہ میں عاجزی کر رہا ہے۔ عصمت و حشمت جان تعزیز الملک بہادر کی نصیحت کو یاد کرکے رو رہی ہیں۔

کشتی وجود ۔ بیا پانی بھر آیا۔ اور قریب غرق ہونے کے تھی کہ تعزیز الملک بہادر ساحل کشتی کی نظر پڑے۔ سب نے شور و غوغا کیا اور توبہ و استغفار کے بعد عرض کی کہ حضرت خدایا ہماری حالت پر رحم فرمائیے۔ ہم نے آپکے خلاف حکم ناعاقبت اندیش چشم و گوش۔ ابلیس و غیرہ کے بہکانے میں آکر دوسرے رستہ کو اختیار کیا۔ یہ سب کرتوت ناعاقبت اندیش کے ہیں۔ خدا کے واسطے ہمکو بچائیے تعزیز الملک نے کہا کہ اب میں کچھ نہیں کر سکتا۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ کشتی وجود اور تعزیز الملک روانہ ہو کر سیج عالم پر آ کھڑے ہوئے۔ اور اس قسم کے گیت کا استقبال کرنے لگے۔ اور بے ثبات جہان کی صورت صورت نظر میں بیان کر رہے تھے کہ آخری

ڈراپ سین ہوا

اور تماشا ختم۔ نیک اطوار تصویر حیرت بن گیا۔ اور کہنے لگا کہ یارو اب اس ناٹک کا اصلی مدعا میرے خیال میں آیا۔ زندگی باقی ہے آرزو باقی باقی باقی۔

راقم ظفر محقق از دہلی

بقیہ ہفتہ گذشتہ

کہ جدھر نظر اٹھائی کسی کے عزیز کو اپنے ادب سکھایا۔ جی آپ جیسے کیا اسکے آگاہ نہیں ہیں۔ جی تو آپ تا دنیا کل رو کے اعلیحضرت کو کہہ سنا دینگے اس الزام سے بری نہیں کئے جا سکتے۔ خیر تو بچئے سنئے۔ پیر میاں نے کیسے کیسے شہدوں کو طار رکھا ہے۔ جو عالم مرشد کشتیاں کرتے۔ اور پیر میاں کے کشف ظاہر کرتے پھرتے ہیں۔ بھلا حسنان جہان کا دل ہی کتنا بڑا۔ یہ تو اسمجھ جاتے ہیں کہ بیشک حضرت صاحب کا ثانی زمانہ میں محال ہے۔ چلو ان سے ابھی ابھی بلکہ فوراً سے پیشتر بیعت حاصل کرو۔ اب تو جو بیعت کا حاصل کرنا تھا کہ حضرت عشاق اودھر آ دھر ہماری شکوں کی طرح جھانکنے تاک کو لگے کوئی ہے کہ مسجد کے پیچھے تاک لگائے بیٹھا ہے تو کوئی طرف کے جھاڑ کھڑا ہے۔ کوئی اس دھن میں ہے کہ حضرت سے بیعت حاصل کرو۔ تو دل کا اچھا ذریعہ ہوگا۔ غرض سب کے سب آئے مرید ہی تو ہو گئے۔ پیر صاحب کی تو مانگی مراد ہی ملی۔ جہاں ایک گھر دیا ایسے پچاس ساتھ کی کوڑی ہوگئی بھئی جب ایسی کمائی اور عزت کسی کو بیٹھے بٹھائے ہاتھ آئے تو کوئی نوکری کیوں کرے۔ بھیا خیر اب دفتر ذیح کو خیر باد کہو۔ چلو ہم تم بھی عبداللہ شیخ ہزار دانہ کھٹکھٹا تے۔ قال اللہ و قال الرسول کرتے داڑھی بڑھا کے ادھر آباد کی طرف چل کھڑے ہوں پھر تو دیکھئے کیسے کیسے گل کھلتے ہیں۔ اور دنیا کے نئی روشنی والوں کو ایسی گلوروں تا دم سنگ ماتے ہیں کہ انگریزی پڑھے ہی